© rasailojaraid.com



# امام طحاویؒ

(۶)

از جناب مولوی سید قطب الدین صاحب حسینی صابری ایم۔ اے (عثمانیہ)

اور اب میں امام طحاویؒ کے اس "یوم الحدیا" کے "تعجاجیب دینا" کی کچھ تفصیل کرنا چاہتا ہوں میرا مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ پر جو نتائج مرتب ہوئے اب ان کو نمبروار بیان کروں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ المزنی کی مختصر سے قاضی بکار کی جو کتاب جلیل پیدا ہو چکی تھی، سچ پوچھئے تو اس واقعہ کی بدولت امام طحاوی کو بکار کی کتاب کے زیر اثر اور زیر ہدایت و رہنمائی اس سے بہتر نقش پر اپنی مختصر "صغیر" و "کبیر" کے تیار کرنے کی توفیق ہوئی، نہ یہ واقعہ پیش آتا نہ طحاوی ماموں کو چھوڑتے نہ قاضی بکار ان پر مہربان ہوتے اور ان کی ہر طرح کی امداد کرکے اس قابل بناتے کہ وہ مختصر مزنی جیسی کتاب کے مقابلہ کی کتاب لکھ سکتے۔

مختصر مزنی کے متعلق ابن سریج کا جو خیال تھا اس کا ذکر آچکا ہے۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اس پر اور اضافہ کیا ہے کہ علمائے شافعیہ نے مزنی کے بعد

| | |
|---|---|
| علی منوالہ نسجوا ولکلامہ | مختصر مزنی کے دھرے پر آئندہ اپنے فقہی مسائل کو مرتب کرتے رہے، اور |
| فسروا وشرحوا ھم عاکفون | مزنی کی اسی کتاب کی تفسیر کرتے رہے، شرح لکھتے رہے، گویا اسی |
| علیہ ودارسون لہ ومطالعون | کے گرد التی پالتی مارے جمے ہوئے ہیں۔ درس اسی کا دیتے ہیں اور |
| فیہ دھرا (ج ۲ ص ۲۴۵) | مطالعہ اسی کا ایک زمانہ دراز سے کر رہے ہیں۔ |



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



شافعیوں کی ایسی ٹھوس کتاب کے مقابلہ میں حنفیوں کی طرف سے امام طحاویؒ کا اپنی مختصر پیش کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے اور معاملہ صرف اسی پر ختم نہیں ہوگیا۔ ان شروح وحواشی کے سوا جو اس وقت تک مختصر طحاوی پر علمار احناف نے لکھے ہیں ان میں سے علاوہ عام مصنفین جیسے احمد بن علی الوراق وغیرہ کے حنفیوں کے دو جلیل القدر فاضلوں یعنی صاحب احکام القرآن ابوبکر الجصاص المتوفی ۳۷۰ھ اور ان سے بھی بڑھکر علی بن محمد الاسیجابی المتوفی ۴۸۵ھ ہیں، جن کا یہ فخر بھی کیا کم ہے کہ ان کے ایک شاگرد صاحبِ ہدایہ کی کتاب ہدایہ آج سات ساڑھے سات سو سال سے تمام مشرقی ممالک کے درس میں داخل ہے کہتے ہیں کہ اسیجاب چینی ترکستان کا کوئی شہر ہے، گویا اسی دن کے واقعہ نے مصر اور چینی ترکستان جیسے دور دست علاقوں کا علمی ڈانڈا ملا دیا۔ اسیجابی کے متعلق طاش کبری زادہ نے لکھا ہے۔

لم یکن بما وراء النہر فی زمانہ من — ماوراء النہر میں اسیجابی کے زمانہ میں کوئی آدمی ایسا نہیں تھا

یحفظ المذہب مثلہ۔ [۱] — جسے مذہب (فقہی مسائل) اتنے زبانی یاد ہوں۔

طحاوی کی مختصر کے متعلق یہ کام تو خیر گھر میں علمار احناف کرتے رہے۔ لیکن اس سے زیادہ اس کا اثر شوافع پر پڑا، سب جانتے تھے کہ مختصر المزنی کے رد میں قاضی بکار نے جو "کتاب جلیل" لکھی تھی وہ اگرچہ مردہ ہوگئی لیکن طحاوی نے اپنے مختصر سے اسی کتاب کو زیادہ قوت دیکر زندہ کردیا ہے کیونکہ بتا چکا ہوں کہ امام طحاوی نے اپنی اس کتاب کو کتب ابی حنیفہ یعنی امام محمد کی کتابوں سے الگ ہوکر مزنی کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ یعنی مزنی کی مختصر کے ہر باب کے مقابلہ میں طحاوی نے بھی وہی باب قائم کیا ہے اور جہاں جہاں مزنی نے حنفی نقطۂ خیال پر تنقید کی ہے۔ طحاوی نے پوری طاقت سے اس کا جواب دیا ہے اس لئے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ عام فنون کے برعکس وہ زیادہ تر اختلافی مسائل پر مشتمل ہے [۲]

طحاوی کی یہ کتاب شوافع پر سخت گراں گذر رہی تھی لیکن کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ میدان

---

[۱] مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۱۳۸۔ [۲] کشف ص ۲۴۱۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میں اترے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ امام شافعیؒ تو خیر امام ہیں لیکن مختصر طحاوی کا مقابلہ اگر کوئی کرسکتا تھا تو المزنی ہی کا قلم کرسکتا تھا، لیکن افسوس کہ حالات ایسے پیدا ہوئے کہ ان کی زندگی میں طحاوی اپنی کتاب مرتب نہ کرسکے۔

بہرحال اس کتاب کے بعد عام طور پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شافعیوں کا رنگ بہت پھیکا پڑتا چلا جاتا تھا، جس کا ثبوت میں ابھی پیش کروں گا، اس لئے "شافعیت" کے ہمدردوں میں بڑی کھلبلی مچی ہوئی تھی ان میں حدیث کے جاننے والے تو بہت تھے لیکن مزنی کی مختصر ہو یا طحاوی کی دونوں میں حدیث سے زیادہ فکری و نظری قوت سے کام لیا گیا تھا اور اس کے ساتھ حدیث کے لحاظ سے بھی کوئی گوشہ کمزور نہ تھا کیونکہ امام طحاوی بخلاف عام علماء احناف کے دونوں کے مرد تھے، جس کا اعتراف جیسا کہ ذکر ہو چکا ان کے ایک حریف نے قاضی ابوعبداللہ کے بھرے اجلاس میں کیا تھا۔

جہاں تک میرا خیال ہے تقریباً سو سال تک مصر ہو یا بغداد، خراساں ہو یا حجاز حالانکہ ہر جگہ علماء شافعیہ کی خاص تعداد پائی جاتی تھی، اور ان میں بڑے بڑے لوگ تھے لیکن مختصر الطحاوی کے مقابلہ میں کسی کا قلم نہ اٹھا۔

**امام بیہقیؒ** بالآخر چوتھی صدی کے وسط میں گویا طحاوی کی وفات سے تقریباً سو سوا سو سال بعد ایک عالم ابوبکر احمد بن الحسین بن علی خراساں کے مشہور شہر نیشاپور کے علاقہ بیہق میں پیدا ہوئے جو عام طور پر علمی دنیا میں البیہقی کے نام نامی سے مشہور و معروف ہیں، سنہ ولادت ۳۸۴ھ اور وفات ۴۵۸ھ ہے۔

حافظ بیہقی میں بچپن ہی سے سعادت و ہوشمندی کے آثار نمایاں تھے ذہبی نے لکھا ہے کہ

کتب الحدیث وحفظہ من صباہ [1] حدیث لکھی اور اس کو یاد کیا بچپن ہی سے۔

پھر قوتِ فہم اور حسنِ حافظہ میں نمایاں امتیاز رکھتے تھے۔ ان کو اپنے طلبِ علم کے سلسلہ میں جس کا دائرہ

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۳۱۰



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



خراساں، عراق، حجاز، جبال سب کو محیط ہے اور تقریباً سو سے اوپر اساتذہ سے استفادہ کا موقعہ ملا۔ ایک تعلیمی خصوصیت ان کو یہ حاصل ہوئی کہ مشہور محدث جلیل صاحب مستدرک الحاکم سے علم حدیث اور شافعی مذہب کے ممتاز فقیہ ناصر بن محمد ابو الفتح المروزی سے فن فقہ کے سیکھنے کا کافی موقعہ ملا۔ گویا اس طرح سے حدیث اور فقہ دونوں کی جامعیت جیسا کہ طحاوی کے حال میں نقل کر چکا ہوں، کم علماء کو میسر آتی ہے مگر ان کو ہر ایک سے بہرۂ وافر ملا۔ حدیث کے متعلق صرف اتنا ہی کافی ہے کہ بالاتفاق تمام مورخین ان کو حافظ الحدیث کے لقب کے ساتھ

من کبار اصحاب الحاکم ابی عبداللہ — ابو عبداللہ ابن البیع یعنی الحاکم کے بڑے ممتاز تلامذہ
ابن البیع فی الحدیث [1] — میں ان کا شمار ہے یعنی حدیث میں۔

قرار دیتے ہیں۔ نیز ان دونوں علوم کے علاوہ مشہور شافعی متکلم و اصولی علامہ ابن فورک جو خاص کر عبداللہ بن کرام رئیس فرقہ کرامیہ سے مناظرہ کے لئے غزنین سلطان محمود کے دربار میں بلائے گئے تھے اور بقول ابنِ خلکان سلطان کے سامنے

جرت بھا مناظرات — بن کرام اور ابن فورک میں مناظروں کا سلسلہ جاری رہا

ان سے کافی طور پر انھوں نے استفادہ کیا تھا، یہی وجہ ہے کہ لوگ ان کے استاد الحاکم کے مقابلہ میں لکھتے ہیں کہ

والزائد علیہ فی انواع العلوم [2] — بیہقی کا مرتبہ بعض علوم میں استاد (حاکم) سے بڑھا ہوا ہے

ایک عجیب اتفاق یہ بھی تھا کہ ان کے استاد الحاکم اور ابنِ فورک دونوں کے دونوں اپنے زمانہ میں قلم کے بادشاہ تھے۔ حاکم کی تالیفات کے متعلق کہتے ہیں کہ

صنف فی علومہ ما یبلغ الفا و خمسمائۃ [3] — ایک ہزار پانچسو کے قریب ان کے تصانیف کی تعداد ہے

---

[1] ابن خلکان ذہبی مراۃ۔ [2] ابن خلکان۔ [3] ایضاً ج ا ص ۴۸۴۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اور تقریباً یہی حال ابن فورک کا بھی ہے۔

بلغت مصنفاتہ فی اصول الفقہ والدین ومعانی القرآن قریبا من مائۃ مصنف[۵۱] — اصول فقہ اصول دین معانی القرآن وغیرہ علوم میں ان کی تصنیفات کی تعداد سو کتابوں کے قریب پہنچی ہیں۔

الغرض کچھ ایسے مواقع علامہ بیہقی کو ملتے رہے جنکا نتیجہ یہ ہوا کہ

جمع بین علم الحدیث والفقہ وبیان علل الحدیث والجمع بین الاحادیث[۵۲] — علم حدیث وفقہ کے جامع بن گئے اور حدیث کے علل بیان کرنے اور مختلف حدیثوں میں تطبیق دینے میں ان کو کمال حاصل تھا۔

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ سب کچھ سیکھنے سکھانے پڑھنے پڑھانے کے بعد بجائے اس کے کہ یہ اپنے علم سے کوئی دنیاوی سربلندی حاصل کرتے جیسا کہ اس زمانہ میں عام دستور تھا ابوالحسن بیہقی گھوم گھما کر پھر اپنے گاؤں خسروجردی میں آکر گوشہ گیر ہو گئے۔ یہ خسروجرد دراصل نیشاپور کے پرگنہ بیہق کے بہت سے گاؤں میں ایک چھوٹا سا گاؤں تھا حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے بستان المحدثین میں لکھا ہے کہ

بیہق نام چند دیہ است متصل دربست کروہے از نیشاپور کہ مجموع آں دیہات را بیہق گویند مثل بارہ رہانہ در نواح دہلی[۵۳] — بیہق چند گاؤں ہیں جو نیشاپور سے بیس کوس کے فاصلہ پر واقع ہیں ان چند دیہاتوں کو مجموعی طور پر بیہق اسی طرح سے کہتے ہیں جیسے دہلی کے اطراف بارہ رہانہ کے لفظ کا اطلاق چند دیہاتوں پر ہوتا ہے۔

الغرض علاقہ بیہق کے کسی مختصر سے گاؤں خسروجرد میں عزلت نشین ہو گئے اور وہیں نہایت سادہ فقیرانہ زندگی بسر کرنے لگے۔ ذہبی نے عبدالغافر کی تاریخ نیشاپور سے نقل کیا ہے۔

کان علی سیرۃ العلماء قانعا بالیسیر متجملا فی زھدہ وورعہ۔ — علماء کی روش پر تھے یعنی تھوڑے پر بس کرنیوالے اپنے زہد و تقویٰ کے ساتھ لپٹے ہوئے اور اس پر ڈٹے رہنے والوں میں تھے۔

غالباً خسروجردی کے زمانہ کا یہ حال ہے جس کا ذکر الیافعی نے مرآۃ میں کیا ہے کہ۔

---

[۵۱] ابن خلکان ج ۱ ص ۴۸۲، ۴۸۴۔ [۵۲] ذہبی ج ۳ ص ۳۱۰۔ [۵۳] ص ۴۹۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ان سرد الصوم ثلاثین سنۃ [51] بیہقی نے تیس سال تک مسلسل روزے رکھے ہیں ۔

تحصیل کمال کے بعد اس طرح سے ایک دیہات کی طرف واپس لوٹنے جہاں ظاہر ہے کہ نہ طلبہ زیادہ تعداد میں مل سکتے ہیں اور نہ عقیدتمندوں کا جھمیلا ہو سکتا ہے اس قسم کی زندگی گذارنے کا خصوصاً بڑے بڑے مصنفین اساتذہ کی خدمت میں رہنے کے بعد لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ درس و تدریس تذکیر و وعظ قضار افتار وغیرہ سے زیادہ اپنی عافیت کی زندگی میں اکثر و بیشتر تالیف و تصنیف میں مشغول رہے۔ چونکہ خاندانی طور پر یہ شافعی تھے اور ان کے جتنے بڑے اساتذہ ہیں وہ بھی شافعی المسلک ہی تھے خصوصاً الحاکم کا شغف تو امام شافعیؒ سے اتنا بڑھا ہوا تھا کہ ایک مستقل کتاب ہی فی فضائل الشافعیؒ تصنیف کی تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر ان کو شافعی مکتب خیال ہی کے متعلق کتابوں کی تصنیف کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ میرا خیال ہے کہ اس سلسلہ میں ان کی پہلی کتاب وہی ہے جس میں انھوں نے حضرت امام شافعیؒ کے نظریات و مجتہدات کو جو اب تک مولفات بغدادیہ (اقوالِ قدیمہ) اور مولفات مصریہ (اقوالِ جدیدہ) نیز تلامذہ کی مختلف کتابوں میں بکھرے ہوئے تھے اور تقریباً دو سو سال سے اسی منتشر اور پراگندہ حال میں پائے جاتے تھے جمع کیا ہے چیونٹیوں کے منہ سے شکر کا جمع کرنا آسان نہ تھا لیکن خدا نے امام بیہقی کو توفیق عطا فرمائی اور جیسا کہ ابن خلکان اور یافعی نے لکھا ہے۔

هو اول من جمع نصوص الشافعیؒ [52] فی عشر مجلدات [53]

پہلے آدمی بیہقی ہیں جنھوں نے دس جلدوں میں امام شافعی کے نصوص اور تصریحات کو جمع کیا ہے۔

ملک میں عام طور پر ان کی شہرت اور امام شافعیؒ سے عقیدت کا عام چرچا اگر ایسے اہم کام کے انجام دینے کے بعد ہونے لگا ہو تو کیا تعجب ہے۔

---

۵۱ مراۃ ج ۳ ص ۸۲۔ ۵۲ مگر تعجب ہے کہ ذہبی نے نصوص الشافعی کی کل تین جلدیں ہی بتائی ہیں۔

۵۳ ابن خلکان ص ۱۲۰ و یافعی ص ۸۲۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سنین کے حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ بیہقی اپنے اس مختصر گاؤں میں تقریباً ۵۰ سال کی عمر تک مقیم رہے، ظاہر ہے کہ جن علمی کمالات اور غیر معمولی حفظ و ذکاوت کے وہ مالک تھے پھر جن کثیر التالیف اساتذہ یعنی الحاکم اور ابن فورک کی صحبتوں میں انھوں نے زندگی گذاری تھی وہ ان کو نچلے اور بیکار بیٹھنے کیسے دیتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نصوص الشافعی کے بڑے کام سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے شافعی مذہب کے متعلق کسی اور خدمت کے انجام دینے کا ارادہ کیا۔ شاید کام شروع کر چکے تھے یا کرنے والے تھے کہ اسی عرصہ میں طبقہ شافعیہ کے بعض علمار کو ان کی اس غیر معمولی محنت کو دیکھکر جو نصوص الشافعی کے مرتب کرنے میں اٹھائی تھی اور شافعیوں پر دو سو سال سے جو بات بطور قرض کے چڑھی چلی آئی تھی اس کو اتارنا تھا، ان کو خیال گذرا کہ اسی قسم کا دوسرا قرض جو ہمارے طبقہ پر ایک مدت سے باقی چلا آرہا ہے کیوں نہیں بیہقی ہی سے اس کے چکانے کی استدعا کی جائے۔

میری مراد امام طحاوی اور ان کی کتابیں خصوصاً مختصر کبیر و مختصر صغیر سے ہے جس میں المزنی کے مقابلہ میں حنفیہ کی جانب سے پورا زور دکھایا گیا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ طحاوی کی اور کتابیں بھی خواہ وہ کسی مقصد سے لکھی گئی ہوں۔ مثلاً معانی الآثار ہو یا مشکل الآثار اگر براہ راست نہیں تو بالواسطہ اس کی زد بھی شافعیت ہی پر پڑتی تھی اور ایسی زد تھی جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں، سو سال تک کوئی اس کے مقابلہ کے لئے شافعیوں میں تیار نہ ہوسکا تھا، بہر حال یہ تجویز طے ہوئی کہ ابو الحسن بیہقی کو طحاوی کے مقابلہ میں کھڑا کیا جائے کیونکہ طحاوی کے مقابلہ کے لئے جس جامعیت کی ضرورت تھی وہ ان میں پائی جاتی تھی افسوس ہے کہ اس شافعی عالم یا ان علمار کا خصوصیت سے تو مجھے پتہ نہ چل سکا لیکن یہ بات کہ طحاوی کے مقابلہ میں بیہقی کو باضابطہ تحریک کے ذریعہ سے آمادہ کیا گیا۔ اس کا ذکر تو خود علامہ بیہقی نے اپنی کتاب "معرفۃ السنن والآثار" میں کیا ہے۔ کتاب الطہارت بالماء کے باب سے پہلے وہ خود ارقام فرماتے ہیں۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



| | |
|---|---|
| وحین شرعت فی ھذا الکتاب | جب اس کتاب کو میں نے لکھنا شروع کیا تو اہلِ علم میں سے بعض |
| بعث الی بعض اخوانی من اھل العلم | بھائیوں نے ابوجعفر طحاوی کی کتاب بھیجی اور ان کی بحث شکایت کی |
| بالحدیث بکتاب ابی جعفر الطحاوی | یعنی طحاوی کی کتابوں میں ان کو جب یہ محسوس ہوا کہ حفاظِ حدیث |
| وشکا الی ما الکتابی ما رای فیہ من تضعیف | کے نزدیک جو خبریں صحیح ہیں اگر اس کی رائے سے یہ خبریں مخالف |
| اخبار صحیحۃ عند الحفاظ حین خالفھا | ہیں تو ان کو ضعیف قرار دے دیتا ہے اور حفاظِ حدیث کے پاس جو |
| رایہ وتصحیح اخبار ضعیفۃ عندھم حین | حدیثیں کمزور ہیں ان کو قوی کردیتا ہے اگر اس کی رائے کی موافق |
| وافقھا رایہ وسالنی ان اجیب عما | ہوتی ہیں۔ ان ہی اہلِ علم صاحب نے طحاوی کی اس شکایت کے |
| احتج بہ مما حکم۔ | بعد مجھ سے خواہش کی کہ طحاوی نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے ان کے [illegible] کا جواب دوں |

نہیں کہا جاسکتا کہ یہ تجویز کوئی شخصی رائے تھی یا کسی جماعت کی طرف سے بیہقی کے پاس پیش کی گئی تھی لیکن تجویز اور تجویز کے ساتھ خود ابوجعفر طحاوی کی کتابوں کا بھیجنا یہ خود دلیل ہے کہ صرف کسی سرسری شکل میں بیہقی سے اس کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے بلکہ باضابطہ زور ڈالا گیا ہے کہ وہ اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں اور اسی لئے پورے طور پر مسلح کرکے یعنی طحاوی کی کتابوں کے ساتھ یہ تجویز ان کے پاس بھیجی گئی۔ بیہقی پر بھی اس تجویز کا پورا اثر ہوا۔ صرف یہ نہیں کہ وہ اپنی کتاب میں طحاوی کے اعتراضات کو بھی پیشِ نظر رکھنے پر آمادہ ہوگئے بلکہ اس کے بعد خود لکھتے ہیں کہ اس مہم کی سرانجامی سے ابتک ہر شافعی عالم جو ہچکچا رہا تھا، قبل اس کے کہ میں اس کے سر کرنے پر آمادہ ہوجاتا۔ معاملہ کی اہمیت کے مدنظر اپنے لئے غیبی قوت سے نئی امداد لینا بھی ضروری قرار دیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ بیہقی نے خود اپنے قول کے مطابق استخارہ کیا اور استخارہ کے بعد[1]

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفانِ موج افزا    دل افگندیم بسم اللہ مجریہا ومرسہا

---

[1] کشف الظنون ج ۲ ص ۲۸۶ -



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اور سو سال سے جو قرض شافعیہ پر حنفیوں کا باقی چلا آرہا تھا اس کے اتارنے کے لئے آستین چڑھالیں گو مجھے اس کا اب تک کوئی ثبوت نہیں ملا ہے لیکن غالب قرینہ ہے کہ اس سلسلہ میں مختلف جہات سے ان کے پاس کتابیں فراہم کی گئیں، آخر جب ابو جعفر طحاوی کی تالیفات ان کے مستعد ہونے سے پہلے ان کے پاس بھیجے گئے تھے تو آمادہ کرنے والوں نے آئندہ ہر قسم کی امداد سے دریغ کیوں کیا ہوگا، خصوصاً اگر اس واقعہ کو بھی پیش نظر رکھ لیا جائے کہ یہی وہ زمانہ ہے جس میں علماء شافعیہ کے سب سے بڑے قدرشناس اور عفیف تمسند نظام الملک طوسی اسی نیشاپور میں ملک شاہ سلجوقی کے مطلق العنان نائب السلطنت تھے جو علاوہ محط العلماء الشافعیہ ہونے کے خود بھی ایک بڑے عالم تھے۔ کبھی کبھی درس حدیث کا حلقہ اپنے ایام وزارت میں بھی قائم کیا۔ بلکہ اگر اسے بدگمانی نہ سمجھی جائے تو کہہ سکتا ہوں کہ حافظ بیہقی کو فکری و نظری امداد بھی باہر سے پہنچائی جاتی ہو تو کچھ تعجب نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ادھر علامہ بیہقی نے طحاوی کے مقابلہ میں قلم اٹھایا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قبل اس کے کہ کتاب لکھ کر تیار ہو جائے۔ طبقہ شافعیہ میں اس کتاب کی دھوم مچی ہوئی تھی حتی کہ بعض لوگوں نے تو تکمیل کتاب سے پہلے ہی شافعیوں کی حنفیوں پر فتح کے خواب دیکھنے شروع کئے یعنی صرف خیالی خواب نہیں جو شاید اس زمانہ کا ہر شافعی عالم تقریباً دیکھ ہی رہا ہوگا بلکہ واقعی خواب لوگوں کو نظر آنے لگے۔

خود حافظ بیہقی کا بیان ہے کہ ابھی کتاب پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ ان کے ایک شاگرد جن کا نام محمد بن احمد تھا انھوں نے علامہ بیہقی سے آکر ایک دن بیان کیا

| | |
|---|---|
| رائت الشافعی فی النوم وبیدہ جزء | میں نے خواب میں امام شافعی کو دیکھا کہ ان کے |
| من ھذا الکتاب وھو یقول قد کتبت | ہاتھ میں اس کتاب کا جزء ہے اور فرما رہے ہیں آج |
| الیوم من کتاب الفقیہ احمد سبعۃ | فقیہ احمد کی کتاب سے سات اجزا میں نے نقل کئے |
| اجزاء وقال قرئتھا۔ | اور میں نے اس کو خود پڑھا۔ |



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



یہ محمد بن احمد صاحب نے ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ جب کچھ اور اجزا پورے ہوئے تو پھر اسی قسم کا خواب دیکھا کیونکہ اس خواب کے بعد آگے یہ الفاظ بھی ہیں۔

| | |
|---|---|
| وراہ بعد ذالک | اسی قسم کے خواب انھوں نے بعد کو بھی دیکھے۔ |

محمد بن احمد صاحب کے متعلق تو "اصد قہم لھجۃ" کے ذریعہ سے خود ان کے استاد نے صفائی پیش کردی ہے لیکن ان کے بعد ایک دوسرے شافعی بزرگ نے جیسا کہ ان سے بھی حافظ بیہقی ہی راوی ہیں اگرچہ ان کے نام کی صراحت نہیں کی گئی ہے اور نہ "لھجۃ" کی توثیق کی گئی ہے۔ اسی قسم کا خواب دیکھا چنانچہ فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| فی صباح ذالک الیوم رای فقیہ اٰخر | اسی دن کی صبح میں میرے بھائیوں (شاگردوں مقلدوں) |
| من اخوانی الشافعی قاعدا فی الجامع | میں سے ایک فقیہ نے دیکھا کہ امام شافعی جامع مسجد میں ایک تخت |
| علی سریر وھو یقول استفدت الیوم | پر بیٹھے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ الفقیہ (یعنی بیہقی) کی کتاب |
| من کتاب الفقیہ حدیث کذا وکذا۔ | سے آج ہی میں نے فلاں فلاں حدیث کا علم حاصل کیا۔ |

ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ بیہقی کے صاحبزادے اسمٰعیل جن کا لقب شیخ القضاۃ تھا فرماتے تھے کہ ان دونوں خوابوں کی اطلاع مجھے میرے والد نے دی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ شوافع نے اس خواب کو کیسے برداشت کرلیا جس میں امام شافعیؒ کے متعلق دعویٰ کیا گیا ہو کہ اپنے مقلد کی کتاب سے امام نے خود استفادہ کیا، لیکن جب شوافع اس کو تسلیم کرتے ہیں تو ہمیں ان راویوں پر شک کرنے کا کیا اختیار ہے خصوصاً جب خود حافظ بیہقی یا ان کے صاحبزادے کی طرف ان کو منسوب کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام طحاویؒ کی تردید کی تجویز پاس ہوئی اور علامہ بیہقی کو اس پر آمادہ کیا گیا۔ استخارہ وغیرہ کرکے وہ اس پر آمادہ ہوئے اور قبل اس کے کہ کتاب پوری ہو، شوافع کا بیان ہے کہ صرف عالم ناسوت اور شہادت ہی میں نہیں بلکہ دوسرے عالم میں بھی اس کا چرچا اس کی تکمیل سے پہلے بڑے زور و شور سے ہونے لگا



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



حتیٰ کہ امام شافعیؒ تک کی روح اس سے استفادہ کے لئے حاضر ہوئی اور یہ سارا قصہ تو کتاب کی تکمیل سے پہلے کا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جس دن یہ کتاب مہذب و مرتب ہو کر پوری کتاب کی شکل میں تیار ہوئی ہوگی اس وقت شافعی طبقات میں کیا دھوم مچی ہوگی۔ تاریخوں میں لکھا ہے کہ جب علامہ بیہقی اپنے گاؤں خسرو جرد میں معرفۃ السنن کو لکھکر فارغ ہوئے تو فوراً نیشاپور سے ان کے پاس پیغام بھیجا گیا کہ آپ اس کتاب کو لیکر خود نیشاپور تشریف لائیے یہ پیغام کن لوگوں کی طرف سے آیا تھا، ابن خلکان نے تو مجہول کے صیغہ میں ذکر کیا ہے کہ

وطلب الی نیشاپور لنشر العلم — علم کی اشاعت کے لئے نیشاپور بلائے گئے دعوت قبول کی اور

فلجاب وانتقل الیہا ؎۱ — خسروجرد سے منتقل ہو کر نیشاپور آ گئے۔

لیکن ذہبی نے بلانے والوں کا ذکر ذرا زیادہ واضح لفظوں میں کیا ہے یعنی

طلب منہ الائمۃ الانتقال من الناحیۃ — نیشاپور کے ائمہ اور پیشواؤں نے استدعا کی کہ دیہات (ناحیہ) سے

الی نیشاپور لسماع الکتب۔ ؎۲ — منتقل ہو کر مرکزی شہر نیشاپور کتابوں کے سنانے کیلئے آ جائیں۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلانے والے عوام نہیں تھے بلکہ الائمہ تھے جس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ عام علماء بھی نہیں تھے کیونکہ اس زمانہ کی اصطلاح کی رو سے "الائمہ" تو علماء کے اسی طبقہ کو کہہ سکتے ہیں جو علماء کے طبقہ میں بھی سب سے زیادہ سربرآوردہ اور ممتاز ہوں، ابن خلکان نے "لنشر العلم" کا لفظ لکھکر بات کو مجمل کر دیا۔ حالانکہ ذہبی نے بجائے اس کے لکھا ہے کہ بیہقی کو نیشاپور کے ائمہ نے بلایا تھا تاکہ اپنی کتابیں خود اپنی زبان سے لوگوں کو سنائیں۔

یہاں بظاہر یہ خیال گذر سکتا ہے کہ جو کتاب شوافع نے طحاوی کے توڑ پر بیہقی سے لکھوائی تھی یعنی معرفۃ السنن محض اس کے سنانے کا تو اس میں ذکر نہیں ہے لیکن خود ذہبی نے اس کے بعد جس واقعہ کا ذکر

---

؎۱ ابن خلکان ج ۱ ص ۲۱۔ ؎۲ ذہبی ج ۳ ص ۳۱۱۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کیا ہے، اس سے یہ مسئلہ بھی صاف ہوجاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب علامہ بیہقی نے نیشاپور کے ائمہ کے پیغام کو منظور فرمالیا اور پورے ۷۵ سال کی جو زندگی خسروجرد کے گوشہ انزوا میں گذری تھی۔ کیونکہ ذہبی نے لکھا ہے کہ خسروجرد سے نیشاپور بیہقی " فی سنہ احدیٰ وار بعین" ۴۴۱ھ میں آئے اور اس حساب سے ان کی عمر ۷۵ سال کی ہوتی ہے۔ بہرحال جب وہ نیشاپور پہنچ گئے تو چوتھی صدی کا یہ شہر جو ہر اعتبار سے قریب قریب بغداد اور فسطاط (مصر) کا ہمسر تھا۔ یہاں انہی ائمہ کی جانب سے یہ انتظام کیا گیا کہ ان کے لئے ایک مستقل مجلس مرتب کی گئی۔ یعنی باضابطہ ایک حلقہ قائم کیا گیا اور کن لوگوں کا حلقہ؟ کیا معمولی طالب علموں، یا عام شہریوں کا۔ خود ذہبی لکھتے ہیں کہ ائمہ اس مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔ وہی ائمہ بطور مستفیدین اور معتقدین کے اس حلقہ میں شریک تھے پھر اس حلقہ میں بیہقی کو کس چیز کے سنانے کا حکم دیا گیا۔ ابن خلکان نے نشر العلم کہہ کے بات پر پردہ ڈال دیا، لیکن ذہبی نے صاف کھل کر لکھا ہے کہ

| | |
|---|---|
| اعدولہ المجلس لسماع | امام بیہقیؒ کے لئے مجلس اس لئے مرتب کی گئی تا کہ ان |
| کتب المعرفۃ۔ | کی کتاب معرفۃ السنن سنی جائے۔ |

کون کہہ سکتا ہے کہ " الائمہ " کے اس گروہ میں صرف نیشاپور ہی کے شافعی علماء رہتے تھے۔ یا باہر سے بھی علماء اس کتاب کو سننے کے لئے تشریف لائے تھے جب اس کے سماع کے لئے اتنا انتظام کیا گیا تھا تو کیا تعجب ہے کہ باہر سے بھی لوگ آئے ہوں۔

معرفۃ السنن والآثار چار جلدوں میں ختم ہوتی ہے۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اتنی ضخیم کتاب کتنے دنوں میں ختم ہوئی ہوگی اور جب ختم ہوئی ہوگی تو علماءِ شوافع جو حنفیوں کے قرض کے بوجھ سے سو سال بعد ہلکے ہوئے تھے ان کی روحانی مسرت اور خوشی کی کوئی انتہا ہو سکتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جیسے کتاب کی تکمیل سے پہلے حافظ بیہقی کے تلامذہ نے گذشتہ بالا خواب دیکھے تھے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کتاب کی تکمیل، اور غالباً اس مجلسِ ائمہ میں سماع کے بعد ایک ممتاز سربرآوردہ عالم محمد بن عبد العزیز المروزی نے خواب دیکھا جسے وہ خود ان الفاظ میں بیان کرتے تھے "میں نے دیکھا کہ ایک تابوت آسمان کی طرف چڑھتا چلا جا رہا ہے اور اس پر نور تڑپ رہا ہے، تب میں نے کہا کہ یہ کیا ہے۔ کہنے والے نے جواب دیا کہ احمد بیہقی کی تصانیف ہیں" علامہ بیہقی کے صاحبزادے اسمٰعیل بیہقی پہلے تو ان خوابوں کو اپنے والد ابوبکر احمد بیہقی کے حوالے سے بیان کرتے تھے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ پھر فرمانے لگے۔

| | |
|---|---|
| سمعت الحکایات الثلث | میں نے ان تینوں قصوں کو خود ان تینوں خواب |
| من الثلاثۃ المذکورین۔ | دیکھنے والوں سے بھی سنا ہے۔ |

اور یہ تو اس کتاب کی شہرت عالمِ بالا میں تھی، رہی اس پست دنیا میں اس کی کیا قدر ہوئی اور علمائے شافعیہ پر اس کتاب کا کیا اثر پڑا، اس کا اندازہ اسی ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ چوتھی صدی میں شافعیوں میں جس گرامی ہستی پر بقول ابنِ خلکان اصحابِ شافعی کی ریاست ختم تھی اور جن کے سپرد منبر و محراب، خطابت و تدریس اور وعظ کی مجالس تھیں اور جن کو مشہور شافعی استاد مطلق ابو اسحاق شیرازی اس طرح خطاب کرتے تھے۔

| | |
|---|---|
| یا مفید المشرق والمغرب انت | اے مشرق و مغرب کو فائدہ پہنچانے والے آج |
| الیوم امام الائمہ۔ | سارے جہان کے اماموں کے تم امام ہو۔ |

اور جن کی وفات پر کہا جاتا ہے کہ تمام بازار بند کر دیئے گئے تھے اور ان کا جو منبر جامع مسجد میں تھا وہ توڑ دیا گیا تھا اور طلبائے اپنی اپنی دواتیں اور قلم توڑ ڈالے تھے کامل ایک سال تک حالت یہی رہی۔ میری مراد "امام الحرمین" سے ہے شاید ہی کوئی کتاب علما اور علم کی تاریخ میں شوافع نے لکھی ہو جس میں بیہقی اور ان کے کارنامے کے متعلق "امام الحرمین" کا یہ فقرہ نہ نقل کیا جاتا ہو کہ وہ فرمایا کرتے تھے۔

| | |
|---|---|
| مامن شافعی المذہب الا للشافعی علیہ منۃ | ایسا کون شافعی المذہب ہے جس پر امام شافعی کا احسان ہو |



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



الا احمد البیھقی فان لہ علی الشافعی منة[1] مگر صرف احمد بیہقی کہ ان ہی کا امام شافعیؒ پر احسان ہے۔

لوگ امام الحرمین کے اس فقرہ کو پڑھتے ہیں اور گذر جاتے ہیں لیکن سچ پوچھئے تو ان چند الفاظ میں، امام الحرمین نے اس تاریخ کو بیان کردیا ہے جسے خدا جانے کتنے اوراق میں بیان کرنے کی میں نے کوشش کی ہے اور اب بھی مطمئن نہیں کہ جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ پورے طور پر کہہ سکا یا نہیں۔ گو اس کی کوئی صحیح سند مجھے اب تک نہیں ملی ہے کہ واقعی امام الحرمین نے ایسا ارشاد فرمایا تھا یا محض خوش اعتقاد شافعیوں نے اس فقرہ کو ان کی طرف منسوب کرکے اسے اچھالنے کی کوشش کی ہے۔

لیکن اس فقرہ کی معنویت خود دلیل ہے کہ کسی عمیق النظر، ژرف نگاہ مفکر کا یہ قول ہے جس کی نگاہیں یہ دیکھ رہی تھیں کہ شافعی علما سب کچھ کرتے رہے لیکن اگر طحاوی کے حملوں کا صحیح جواب ان کی طرف سے نہیں دیا گیا تو ایک دن دنیا سے شافعیت کا خاتمہ ہوجائے گا اور یہی مطلب ہے امام الحرمین کا اپنے اس فقرہ سے کہ

الا احمد البیھقی فان لہ علی الشافعی منة مگر احمد بیہقی کہ ان کا امام شافعی ہی پر احسان ہے۔

میں نے جو کہیں یہ دعویٰ کیا تھا کہ طحاوی کی کتابوں سے شافعیت کا رنگ پھیکا پڑتا چلا جارہا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ اس کا ثبوت آگے آرہا ہے میرا اشارہ اسی طرف تھا اس کی گواہی میں شافعیوں کے امام الائمہ اور مفید المشرق والمغرب، صاحب المنبر والمحراب امام الحرمین کو ہی پیش کرنا چاہتا تھا، اگر امام الحرمین کے کلام کا یہ مطلب نہیں ہے تو بتایا جائے کہ امام بیہقیؒ نے طحاوی کے رد کے سوا امام شافعی پر اور کون بڑا احسان کیا۔ یہ بات کہ انھوں نے فقہ شافعیہ کے متعلق بہت سی کتابیں لکھی ہیں یہ ان کی کوئی خصوصیت نہیں ہے خود ان کے استاد الحاکم ہی کا کام ان سے زیادہ ہے۔ شافعیوں کے الباز الاشہب ابن سریج ہی کی تصنیفات کی تعداد چار سو بتائی جاتی ہے۔ آخر اگر بیہقی کا اصلی کارنامہ طحاوی کے مقابلہ میں شافعی

---

[1] الیافعی وابن خلکان ص ۲۱۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مذہب و مسلک کی تائید نہیں ہے تو پھر تمام شوافع ان کو

کان من اکثر الناس نصرا للمذھب الشافعی۔ [۵۱] بیہقی امام شافعی کے مذہب کے سب سے زیادہ اور سب سے بڑے مددگاروں میں ہیں۔

کیوں کہتے ہیں، واقعہ یہی ہے کہ امام طحاوی نے شافعیت پر جولا جواب بے پناہ حملے کئے تھے اگر بیہقی ان کے مقابلہ میں نہ کھڑے ہوجاتے تو خدا ہی جانتا ہے کہ شافعیت کا دنیا میں کیا حشر ہوتا، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے بستان المحدثین میں امام الحرمین کے مذکورہ بالا فقرہ کو نقل فرمانے کے بعد بالکل بجا طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ "بتائید و نصرت او (بیہقی) رواج این مذہب (شافعیت) دوبالا گشتہ [۵۲]"

بہرحال اس کا اعتراف کرنا چاہئے کہ ابوبکر احمد البیہقی نے مسلک شافعی کی بقا و ترویج میں بڑا انقلابی کام کیا، اوروں کو ان کے کام سے اطمینان ہوا ہو یا نہ ہوا ہو لیکن شافعیوں کا جو طبقہ طحاوی کے اعتراضات اور تنقیح کی وجہ سے دل گرفتہ ہو رہا تھا اگر اس طبقہ کی تسلی ان کی کتابوں سے ہوگئی اور جب وہ کہتے ہیں کہ ہوگئی تو پھر ان کی خدمات کی نہ قدر کرنے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے۔

نیشاپور کی ائمہ کی مجلس نے خود بیہقی کے حلقہ میں شریک ہوکر جب ان کا حوصلہ بڑھایا اور اسی نیشاپور کے امام الائمہ نظام الملک طوسی کے سب سے زیادہ چہیتے [۵۳] اور معظم و محترم عالم امام الحرمین نے اپنے مذکورہ تاریخی فقرہ سے ان کو امام شافعی کا محسن قرار دیکر گویا پوری دنیا نے شافعیت کا محسن اعظم قرار دیا۔ قدرتی طور پر اس کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے کہ اس سلسلہ میں حافظ بیہقی کی سعی و محنت کی رفتار اور تیز ہوجائے۔ انھوں نے معرفۃ السنن کے بعد پھر ٹھیک مختصر الطحاوی کے کبیر و صغیر کے مقابلہ میں دو سنن کبیر و صغیر لکھیں اور جس طرح امام طحاوی کی مختصر کی خصوصیت یہ تھی جسے نقل کرچکا ہوں "رتبہ علی

---

[۵۱] ابن خلکان۔ [۵۲] بستان المحدثین ص ۵۰۔ [۵۳] تاریخوں میں لکھا ہے کہ اسلامی دور کے اس سب سے بڑے وزیر کا حال یہ تھا کہ جس وقت امام الحرمین ملنے تشریف لاتے (بالغ فی اکرامہ واجلسہ فی مسندہ) ان کی تعظیم میں مبالغے سے کام لیتے اور اپنی مسند خاص پر انھیں جگہ دیتے۔ (ابن خلکان)



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ترتیب المزنی" ٹھیک بیہقی نے بھی اپنی اس صغیر و کبیر کو جیسا کہ حاجی خلیفہ لکھتے ہیں۔

السنن الکبیرۃ والصغیرۃ کتابان لابی بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی وھما علی ترتیب مختصر المزنی[1] — سنن کبیرہ اور سنن صغیرہ یہ دونوں کتابیں ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بیہقی کی ہیں۔ مزنی کی مختصر کی جو ترتیب ہے وہی ترتیب بیہقی کی ان دونوں کتابوں کی ہے۔

اس موقعہ پر ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا چاہئے کہ شوافع نے بیہقی کی کتابوں کی جتنی قدر کی جتنا اسے دنیا میں روشناس کرانے کی کوشش کی۔ ان کی کتابوں کی تعریف میں لکھی۔

ما صنف فی علم الحدیث مثلہ تھذیبا و ترتیبا و جودۃ — علم حدیث میں ان کی کتاب اپنی ترتیب و تہذیب اور استواری جودت کی خوبیوں کے لحاظ سے ایسی کتاب ہے کہ کہا جا سکتا ہے ایسی کوئی کتاب علم حدیث میں اب تک نہیں لکھی گئی

جیسا کہ سبکی نے لکھا ہے یا ذہبی نے

عمل (البیہقی) کتبا لم یسبق مثلھا — بیہقی نے ایسی کتابیں تصنیف کیں کہ ان کتابوں سے پہلے اس کی مثال نہیں ہے

جیسا کہ آگے معلوم ہوگا بعض شافعیوں نے تو قسم تک کھائی ہے کہ فقہ شافعی میں کوئی صحیح درک پیدا ہی نہیں کر سکتا جب تک بیہقی کی "معرفت" نہ پڑھے۔ الغرض خود بیہقی کے معاصرین جن میں امام الحرمین بھی ہیں، اور ان کے بعد ہر ملک اور ہر طبقہ کے شوافع بیہقی اور ان کی کتابوں کی تعریف میں رطب اللسان رہے اور ہیں، حتیٰ کہ حاجی خلیفہ جو حنفی ہیں ان کے قلم سے ان ہی تعریفوں سے متاثر ہو کر یہ جملہ سنن صغیر و کبیر کے متعلق بے ساختہ نکل گیا کہ

لم یصنف فی الاسلام مثلھما — (صرف مذہب شافعی کے لحاظ سے نہیں بلکہ) اسلام میں ان دونوں کتابوں جیسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

اسی کا نتیجہ ہے جیسا کہ الیافعی نے لکھا ہے۔

---

[1] کشف ج ۲ ص ۲۷۴۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



| | |
|---|---|
| للبیھقی تصانیف کثیرۃ بلغت الف | بیہقی کی بہت سی تصنیفیں ہیں جن کی ضخامت ایک ہزار جز تک |
| جزء نفع اللہ تعالیٰ بھا المسلمین | پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شرق وغرب عرب وعجم کے |
| شرقاً وغرباً وعرباً وعجماً۔ | مسلمانوں کو ان کتابوں سے نفع پہنچایا۔ |

اور ہماری حکومتِ آصفیہ نے باوجود حنفی المسلک ہونے کے امام بیہقی کی سب سے بڑی کتاب "السنن الکبیر" جو ان کے علم کی انسائیکلوپیڈیا ہے دس ضخیم جلدوں میں حال میں شائع کی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ جس کے مقابلہ میں یہ ساری ہنگامہ آرائیاں ہوئیں یعنی امام طحاوی ان کی غیر تو غیر خود حنفیوں نے بھی جیسی کہ چاہیے قدر نہ کی حد یہ ہے کہ اس وقت تک ان کی مختصر کبیر تو خیر صغیر بھی طبع نہ ہو سکی۔ مدت ہوئی کہ صرف ایک کتاب معانی الآثار بغیر کسی تصحیح اور اہتمام کے ہندوستان سے لیتھو میں شائع ہوئی اور نہایت نامکمل ناقص غلط مسخ شکل میں چند سال ہوئے کہ مشکل الآثار کی کچھ جلدیں مطبع دائرۃ المعارف نے شائع کی ہیں جو مطبع کا قصور نہیں بلکہ علماء احناف کی اس بے توجہی کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان جیسے قدیم اسلامی بلکہ حنفی ملک اور مسلمانوں کی عظیم ترین آبادی میں اس کا بجز ایک ناقص غلط نسخہ کے اس وقت تک کوئی کامل صحیح نسخہ نہ مل سکا تھا، خدا کرے اس کتاب کی تکمیل اور امام کی دوسری زرین کتابوں کی اشاعت کی توفیق مسلمانوں کو عموماً اور دائرۃ المعارف کو خصوصاً میسر ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اپنے گاؤں خسروجرد سے نیشاپور بلائے جانے کے بعد جہاں تک میرا خیال ہے حافظ بیہقی کا مستقل مستقر نیشاپور ہی رہا۔ سترہ سال تک وہ اسی شہر میں درس وتدریس املا وتحدیث کے ساتھ اپنے مشن (نصرت مذہب الشافعی) میں پورے انہماک کے ساتھ مشغول رہے اور چوہتر سال کی عمر پاکر ۴۵۸ھ ہجری میں پانچویں صدی کے وسط میں نیشاپور ہی میں وفات پائی۔ کہا جاتا ہے جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے بھی لکھا ہے کہ حافظ بیہقی کی لاش کو تابوت میں رکھ کر بیہق لائے اور خسروجرد میں دفن کیا[1]۔

---

[1] بستان المحدثین ص ۵۰۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اور اس میں شبہ نہیں کہ کیفیتاً کچھ ہی کہا جائے لیکن کماً اور مقدار وضخامت کے حساب سے بیہقی کے قلمی کارنامے امام طحاوی کی خدمتوں سے بہت زیادہ ہیں۔ گذر چکا کہ لوگوں نے بیہقی کے تالیفات کے متعلق اندازہ کیا ہے کہ ہزار جز سے زیادہ ہیں، عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اتنے بڑے جلیل محدث ہونے کے لوگ لکھتے ہیں کہ

لم یکن عندہ سنن النسائی ولا جامع الترمذی ولاسنن ابن ماجہ[۱] — ان کے پاس نہ نسائی کی سنن تھی اور نہ جامع ترمذی اور نہ ابن ماجہ کی سنن تھی۔

حالانکہ امام طحاوی کے متعلق تو لوگوں کا خیال ہے کہ براہِ راست نسائی سے بھی وہ روایت کرتے تھے تعجب ہے کہ یہ کتابیں اب تک کیسے نہیں پہنچیں اور یہ ایک اہم مسئلہ ہے جس پر بحث کرنے کی ضرورت ہے، اگر یہ واقعہ ہے تو پھر حافظ بیہقی کی علمی منزلت اور بلند ہو جاتی ہے کہ امام طحاوی سے وسائل بلکہ عمر کی کمی کے باوجود جیسا کہ چاہیے مقابلہ کا حق ادا کر دیا، اگرچہ کہا جا سکتا ہے کہ گو امام طحاوی کی عمر ۸۳ سال کے قریب ہوئی لیکن ان کی زندگی کا بیشتر حصہ پریشانیوں میں گذرا۔ لکھنے لکھانے کا وقت نسبتاً ان کو کم ملا، بخلاف بیہقی کے وہ تو شروع ہی سے لکھنے میں مشغول ہو گئے، یہاں محدثین کا ایک لطیفہ یاد آیا۔ مشہور محدث حافظ ابو عمر ابن الصلاح نے ایک بات لکھی ہے کہ

سمعت شیوخنا یقولون طول العمر دلیل للرجل باشتغالہ باحادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ — اپنے استادوں سے میں نے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ درازی عمر اس بات کی دلیل ہے کہ اس شخص کی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی خدمت میں بسر ہوئی ہے۔

اور یہ تو اپنے شیوخ سے انھوں نے سنا تھا، آگے اپنا ذاتی تجربہ بھی بیان کرتے ہیں۔

ویصدقہ التجربۃ فان اھل الحدیث اذا تتبعت اعمارھم تجدھا فی غایۃ الطول[۲] — تجربہ سے اس کی تصدیق بھی ہوتی ہے تم علم حدیث کے خادموں کے حالات کا تتبع کرو تو پاؤ گے کہ انھوں نے عموماً انتہائی طویل عمریں پائی ہیں

---

[۱] ذہبی ص ۳۱۰۔ [۲] کشف الظنون ج ا ص ۳۲۷۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میری غرض اس لطیفہ کے نقل کرنے سے یہ نہیں ہے کہ میں امام طحاوی کے طول عمر کو حافظ بیہقی کی عمر کے مقابلہ میں اشتغال بالحدیث کی زیادتی کی دلیل بنانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اس قسم کی چیزوں کو کلیہ نہیں قرار دیا جا سکتا لیکن ابن الصلاح کے جن شیوخ کا "طول العمر دلیل للرجل اشتغالہ بالحدیث" دعویٰ تھا ان کے دعوی کی بنیاد پر کوئی حنفی اگر اس راہ سے بھی طحاوی کی حدیث دانی کو بیہقی کی حدیث دانی پر ترجیح دے تو شاید الزامی حجت بننے کی اس میں صلاحیت ہو۔

خیر یہ تو ایک لطیفہ تھا، کہنا یہ ہے کہ اس اہتمام و انتظام کے ساتھ پانچویں صدی کے وسط بلکہ تقریباً آخر میں حنفیت پر شافعیت کی طرف سے یہ جوابی حملہ ایک ایسے وقت میں ہوا کہ جس فن کی راہ سے یہ حملہ کیا گیا اور اس علمی مقابلہ میں جو ہتھیار استعمال کیا گیا تھا، بیچارے احناف کم از کم اس زمانہ تک پہنچتے پہنچتے اگر اس ہتھیار سے بالکل بیگانہ نہیں تو بہت کچھ نامانوس ہو چکے تھے۔ چونکہ خلافیات میں فیصلہ کا یہ طریقہ کہ سنداً جو روایت سب سے زیادہ قوی ہو آنکھ بند کر کے اس کو ترجیح دیدینی چاہیئے۔ یہ بالکلیہ حضرت امام شافعیؒ کا ابتدائی نظریہ تھا اور اس کے لئے متن حدیث سے زیادہ ان رجسٹروں کے متعلق ماہرانہ بصیرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے جنھیں فنِ رجال کے ائمہ نے رواۃِ حدیث کے متعلق مختلف اوقات میں مرتب فرمایا ہے، حنفیوں میں ترجیح کا یہ طریقہ شروع ہی سے ناپسندیدہ تھا۔ اس لئے ان کو حدیث کے اس خاص شعبہ سے پہلے بھی چنداں تعلق نہ تھا اور جیسے جیسے دین و علم سے زیادہ دنیا طلبی لوگوں میں بڑھی اور بھی اس سے بیگانگی بڑھتی ہی چلی گئی۔ عموماً فقہ اصولِ فقہ (جو حکومت کا قانون تھا) اور ان ہی میں زیادہ مہارت حاصل کرنے کے لئے ذہنی اور ادبی علوم کی طرف لوگوں کا عام رجحان بڑھتا چلا جاتا تھا۔ طاش کبری زادہ جو دسویں صدی کے عالم ہیں انھوں نے اپنی کتاب مفتاح السعادۃ میں اگرچہ اپنے عہد کے علماءِ احناف کا یہ حال لکھا ہے کہ

ان قصاری نظر ابناء ھذا الزمان فی علم الحدیث النظر فی مشارق الانوار للصاغانی ۔ ہمارے زمانہ کے لوگوں کی انتہائی پرواز علم حدیث میں آج کل مشارق الانوار صغانی پر ختم ہوتی ہے اور اگر کہیں اونچے ہوئے تو بغوی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



فان ترفعت الی مصابیح البغوی خلت انھا تصل الی درجۃ المحدثین وما ذالك الا لجھلھم بالحدیث بل لو حفظھما عن ظھر قلب و ضم الیھما من المتون مثلیھما لم یکن محدثا حتی یلج الجمل فی سم الخیاط (ج ۲ ص ۳)

کے مصابیح تک پہنچ گئے تو باور کرنے لگو گے کہ محدثین کے درجہ تک تم پہنچ گئے اور یہ نتیجہ ہے علم حدیث سے جاہل ہونے کا۔ واقعہ یہ ہے کہ کوئی اگر ان دونوں کتابوں کو اگر زبانی بھی یاد کرلے جب بھی وہ محدث نہیں ہو سکتا جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ سے نہ گزرے"

اور یہ تو حنفی مدارس اور حلقہ ہائے درس میں حدیث کا عام نصاب تھا۔ باقی اگر اس فن میں مہارت خصوصی کوئی حاصل کرنا چاہتا تھا تو طاش کبری زادہ جیسے محتاط بزرگ کے قلم سے یہ الفاظ نکلتے ہیں۔

وانما الذی یعدہ اھل ھذا الزمان بالغا الی النھایۃ ویسمونہ محدث المحدثین وبخاری العصر من اشتغل بجامع الاصول لابن الاثیر مع حفظ علوم الحدیث کمختصر ابن الصلاح او التقریب والتیسیر للنووی ونحو ذلك۔

اور اس زمانہ میں فنِ حدیث کی انتہائی چوٹی تک پہنچنے والا آدمی جسے محدث المحدثین اور بخاری العصر کا خطاب دیا جائے وہ ہے جو ابن کثیر کے جامع الاصول کے ساتھ اشتغال رکھتا ہو اور اس کے ساتھ "علوم الحدیث" جن فنون کا نام ہے ان کے مختصرات مثلاً ابن الصلاح یا تقریب یا نووی کی تیسیر یا ان ہی جیسی کتابوں کا عالم ہو۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا، یہ رپورٹ یقیناً دسویں صدی ہجری کی ہے، لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ ہم جس زمانہ کا ذکر کر رہے ہیں تقریباً یہ حادثہ حنفی اسکولوں پر اسی زمانہ میں پیش آچکا تھا ہمیں طاش کبری زادہ کے متعلق اس کو بھی اپنے سامنے رکھ لینا چاہیے کہ زمانہ ان کا خواہ کچھ ہی ہو لیکن جس مکان اور مقام میں بیٹھے ہوئے یہ الفاظ ان کے قلم پر آئے ہیں وہ مسلمانوں کی سیاسی قوت کا اس زمانہ میں آخری نقطۂ کمال تھا۔ میری مراد قسطنطنیہ سے ہے، جہاں ترکوں کے اقبال کا آفتاب بڑے آب و تاب سے چمک رہا تھا، اس لئے حنفی علماء کی برگزیدہ ترین جماعت کا اس زمانہ میں اس کو مرکز ہونا چاہیے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



گویا یہ حال اس طبقہ کے چوٹی کے افراد کا تھا اور یہ کیفیت صدیوں سے چلی آ رہی تھی۔

اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بیچارے حنفیوں میں بیہقی کی ان کتابوں سے کیسی کھلبلی مچی ہوگی، اپنی سیاسی قوتوں کے زور سے خواہ اس کمزوری کی تلافی کرتے ہوں، لیکن علم کے حلقہ میں جس قسم کی خفت پانچویں اور چھٹی صدی کے تاج الشریعت اور شموس الائمہ، صدر الملۃ والدین[۵۱] لوگوں کو اٹھانی پڑتی ہوگی۔ سچی بات یہ ہے کہ اب بھی اس کے تصور سے طبیعت جھینپ جاتی ہے۔

ایک طرف شافعیوں کی جانب سے بیہقی کی کتابوں کے متعلق جو طحاوی کے توڑ پر لکھی گئی تھیں جیسا کہ السبکی سے شاہ عبدالعزیز صاحب نے نقل فرمایا ہے کہ "من قسم می خورم بر آں کہ ایں پنج کتاب را در عالم نظیرے نیست۔" [۵۲]

ان حلفی الفاظ میں گویا فہذا براھینی فجئنی بمثلہا۔ کا چیلنج پر چیلنج دیا جا رہا تھا لیکن بیچارے احناف جو بیہقی کی گرفتوں کا اگر کچھ جواب دے سکتے تھے تو وہ کید بسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے بدنام تھا اور جس راستہ سے حریف جواب طلب کرتا تھا اس کے چلنے والے احناف میں یا بالکلیہ نہیں تھے یا کچھ تھے بھی تو وہ برائے نام۔ آخر مشارق الانوار اور مصابیح کی مقطوع السند حدیثوں کے پڑھنے والوں سے بھلا رجالی بحثوں اور ابن قطان، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، احمد بن حنبل جیسے ائمہ کی ناقدانہ رائوں کی کیا توقع کی جا سکتی تھی۔ بقول طاش کبری زادہ اس کے لئے تو ضرورت تھی ایسے آدمی کی جو

---

[۵۱] اس "الملۃ والدین" کی مٹی پچھلی صدیوں میں جتنی پلید ہوئی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے الیافعی مراۃ الجنان میں لکھتے ہیں۔ ثم عموا التلقیب بالدین فیما بعد حتی السوقۃ والفجرۃ لقبوھم نور الدین وشمس الدین و زین الدین وکمال الدین واشباہ ذالک، ممن ھم ظلام الدین وشین الدین ونقص الدین واشباہ ذالک من اضداد الدین آخر میں ایک بزرگ ابن عجیل کے قول پر بدتمیزی کے اس طوفان کو ختم کرتے ہیں ھذہ الالقاب فلم اجد منہا صادقا الاصارم الدین یعنی قاطع الدین (مراۃ الجنان ج ۳ ص ۱۳۶)

[۵۲] بستان المحدثین ص ۵۰۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



عرف الاسانید والعلل و اسماء الرجال والعالی والنازل وحفظ مع ذالك جملة مستكثرة من المتون ... ویسمع ما ذکرناها وکتب الطبقات وزاد علی الشیوخ وتکلم فی العلل والوفیات والاسانید کان فی اول درجات المحدثین سلہ

سندوں کے حالات سے واقف ہو، ان کے علل جانتا ہو، اسماء الرجال اور سند کی عالی و نازل قسموں کے سمجھنے میں مہارت ہو، اس کے ساتھ معتد بہ معقول سرمایہ متون کا اسے محفوظ ہو، اور ان چیزوں کے ساتھ جن کا میں نے ذکر کیا، طبقات کی کتابوں کا بھی اس نے مطالعہ کیا ہو، شیوخ اور اساتذہ جتنے پڑھا سکتا ہو اُن کو پڑھایا ہو، اور علل وفیات اسانید کے متعلق خود اس نے گفتگو کی ہو، تب جاکر محدثین کے ابتدائی

اول درجات سے ظاہر ہے کہ اردو کا اول درجہ نہیں، بلکہ طبقہ محدثین کے ابتدائی درجہ میں ایسا آدمی شمار ہو سکتا ہے۔ اور یہ چیزیں تو بقول شخصے حافظ بیہقی کے گھر کی چیزیں تھیں۔ ان کی ساری عمر ان ہی چیزوں کی تلاش و تفتیش حفظ و تنقیح میں گذری تھی مگر ان کے سوا فقہی وجدلی پایہ بھی ان کا کچھ کمزور نہ تھا۔ ابن فورک اور مروزی ان کے اساتذۂ اصول و فقہ، معمولی درجہ کے لوگ نہ تھے۔

سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ احناف پر بیہقی کی کتابوں کا ایسا رعب چھایا کہ شوافع تو خیر حافظ بیہقی کے علمبردار ہی تھے۔ خود حنفیوں کے زبان و قلم پر بھی ہم ان کی کتابوں کے متعلق وہی ستائش و مدح کے الفاظ پاتے ہیں کہ جواب تک صرف شافعیوں سے سنتے تھے۔ حاجی خلیفہ کے الفاظ تو میں نقل ہی کر چکا ہوں، طاش کبری زادہ جیسے متبحر فاضل بھی بیہقی کے متعلق اس جامعیت کے اعتراف پر اپنے کو مجبور پاتے ہیں مفتاح السعادۃ میں فرماتے ہیں۔

ابوبکر احمد بن الحسین البیھقی کان اوحد دھرہ فی الحدیث والتصانیف ومعرفۃ الفقہ سلہ

ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی اپنے وقت کے یگانہ روزگار شخص حدیث کے فن اور اپنے تصانیف نیز فقہ کے علم کے لحاظ سے تھے۔

---

سلہ ص ۳۔ سلہ ج ۲ ص ۱۵۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



"فی الحدیث والتصانیف" تک تو خیر غنیمت تھا، آگے ایک حنفی عالم کا "الفقہ" کے متعلق بھی بیہقی کو "اوحد دھرہ" کہنا کوئی معمولی بات نہیں ہے اور کمال یہ ہے کہ "الفقہ" میں جہاں انھوں نے البیہقی کو "اوحد دھرہ" قرار دیا ہے وہیں الحدیث کے سلسلہ میں بیچارے امام طحاوی کا "احقر زمانہ" کی حیثیت سے بھی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ حالانکہ محدثین کی فہرست میں امام بخاری اور مسلم کے ساتھ محی الدین النووی الحسین البغوی ابن الاثیر الجزری بلکہ بخاری کے شارحین میں سے ابن حجر ہی نہیں، الکرمانی اور مسلم کے شارح قاضی عیاض تک داخل ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ حافظ بیہقی کے متعلق شافعیوں کی زبان کچھ ایسا نقارہ خدا بنی کہ حنفیوں کو اس کے سوا کوئی دوسرا چارہ بھی نظر نہ آتا تھا، آخر وہ کیا کرتے اسلامی ممالک کے اتنے طول وعرض میں پھیلے ہونے کے باوجود کسی طرف سے کوئی آواز جواب میں جب نہیں اٹھتی تھی تو اس کے سوا اور کیا باور کیا جاتا کہ شافعیت کا حنفیت پر یہ حملہ لاجواب ہے، بیہقی کی وفات ۴۵۸ھ یعنی پانچویں صدی کے وسط میں ہوئی پانچویں بھی گذر گئی اور کہیں سے جہاں تک مجھے معلوم ہے حنفیوں کی طرف سے کوئی پتہ بھی نہ کھڑکا چھٹی بھی گذرنے لگی اور گذرتی رہی، تاآنکہ بالآخر گذر ہی گئی، اور سناٹے کا وہی عالم ساری حنفی دنیا پر چھایا رہا، طحاوی کے قرض کے اتارنے میں شافعیوں کی طرف سے تاخیر ضرور ہوئی تھی مگر صدی پوری ہوتے ہوتے انھوں نے ایک ایک پیسہ بےباق کر دیا تھا اور یہاں ایک سے آگے بڑھکر مسلم دوسری صدی بھی ختم ہو گئی۔ دوسری صدی کے بعد تیسری بھی ختم ہو رہی تھی۔ اس کے بھی اسی پچاسی سال گذر چکے تھے لیکن حنفیوں کے جمود وسکون کی وہی حالت تھی۔ وہ تو علمائے احناف نے اپنے عام متبعین کو حدیث وفنون حدیث سے بیگانہ رکھا تھا اس لئے خیریت ہو گئی کہ بیہقی کے محدثانہ تنقیدات کا وزن عام حنفیوں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ان کے مولویوں کو بھی صحیح معنی کر کے محسوس نہ ہوا ورنہ اگر کہیں ان لوگوں میں بھی حدیث کا چرچا اسی شکل میں رہتا جیسے شوافع اور حنابلہ میں ہے تو جہاں تک میرا خیال ہے ان صدیوں میں خدا ہی جانتا ہے کہ حنفیوں کی کتنی آبادیاں شافعیت کے دائرہ میں داخل ہو جاتیں۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



لیکن ٹھیک جب ساتویں صدی قریب تھی کہ ختم ہو جائے، اب اسے حضرت امام ابوحنیفہ کا روحانی تصرف خیال کیجئے یا اتفاقی حادثہ سمجھئے۔ اسی مصر میں جہاں سے اس علمی معرکہ کی ابتدا ہوئی تھی حنفی علماء کا ایک خاندان جو نسلاً ماردینی یعنی کرد تھا اور اس لئے الترکمانی کی نسبت سے مشہور تھا۔ اسی خاندان سے ایک عالم علی بن عثمان بن ابراہیم المار دینی اٹھے۔ غالباً مصر میں ان کے والد عثمان ہی باہر سے تشریف لائے تھے السیوطی نے حسن المحاضرہ میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

انتهت اليه رياسة الحنفيه بالديار المصريه مصری علاقوں میں ان ہی پر حنفیوں کی ریاست منتہی ہوئی ہے

صاحب جواہر المضیہ ان کے شاگرد ہیں انھوں نے یہ بھی اضافہ کیا ہے۔

سمع من الدمياطی والابرقوهی عثمان بن ابراہیم ماردینی الترکمانی نے دمیاطی اور ابرقوہی سے حدیث سنی تھی۔

الدمیاطی جو شافعی المذہب عالم ہیں ان کو جلال الدین سیوطی نے الامام العلامہ الحافظ الحجۃ النسابہ شیخ المحدثین سے ملقب کیا ہے، علاوہ ان القاب کے ان کا یہ بھی بیان کیا ہے کہ

طلب الحديث فرحل وجمع فاوعی علم حدیث کی طلب میں سفر کیا پس بہت کچھ سمیٹا اور جمع کیا۔

پھر ساتویں صدی کے ایک عالم المزی ہیں ان کا قول الدمیاطی کے متعلق یہ نقل کیا ہے کہ۔

ما رأيت فی الحديث احفظ منه (ص ۱۵۰) میں نے حدیث کا دمیاطی سے بڑا حافظ نہیں دیکھا۔

ابن الترکمانی عثمان کا نسلاً احناف کے خاندان سے ہونا اور مصر میں پھر دمیاطی جیسے حفاظ حدیث سے سماعت حدیث میرے خیال میں ان ہی دونوں باتوں کا نتیجہ ان کی فقہ و حدیث کی جامعیت ہے ماسوا اس کے ایک خاص چیز قابل غور یہ بھی ہے کہ ساتویں صدی کے اختتام پر حنفیوں میں ہم ایک غیر معمولی انقلاب بھی محسوس کرتے ہیں، خصوصاً مصری علماء میں میرا مطلب یہ ہے کہ احناف کے دو مشہور ماہر حدیث علامہ جمال الدین زیلعی صاحب تخریج ہدایہ و کشاف اور حافظ مغلطائی شارح بخاری، یہ دونوں حنفی مشہور محدثین اسی صدی کی پیداوار ہیں اور عجب اتفاق ہے کہ دونوں کے دونوں مصری ہیں۔ اسی ماحول میں علی بن عثمان



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



الترکمانی کی تعلیم وتربیت ہوئی تعلیم تو انھوں نے والد سے پائی جو خود حدیث وفقہ کے جامع تھے۔ فقہ کا اندازہ تو اسی سے ہو سکتا ہے کہ امام محمد کی جامع جیسی فقہ کی چیستان کے شارح ہیں اور حدیث کا حال تو گذر ہی چکا کہ الدمیاطی کے شاگرد ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ڈھائی سو سال سے حنفیوں پر جو لقبایا علم حدیث سے بے پروائی برتنے کی سزا میں چلا آرہا تھا اس کی ادائیگی کے لئے قدرت نے ان ہی علامہ علاء الدین علی بن عثمان المارديني الترکمانی کا انتخاب کیا۔ یہ اپنے وقت میں مصر کے قاضی القضاۃ تھے اور کئی پشتوں تک یہ عہدہ ان ہی کے خاندان میں رہا۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی ان کے علمی مقام کے متعلق ارقام فرماتے ہیں کہ۔

علاء الدین الشہیر بابن الترکمانی — علامہ علاء الدین جو ابن الترکمانی کے نام سے مشہور ہیں۔

کان اماماً شیخاً بارعاً کاملاً مدققاً — یہ امام و شیخ تھے۔ عقلی اور نقلی فنون میں صاحب تبحر و تدقیق

متبحراً الفنون العقلیۃ والنقلیۃ — تھے اور غیر معمولی درجہ کے صاحبِ کمال تھے۔

پھر اس اجمال کی تفصیل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

لہ الید الطولی فی الحدیث والتفسیر والباع — حدیث وتفسیر میں بڑی زبردست دستگاہ تھی اور فرائض حساب

الممتد فی الفرائض والحساب والشعر والتواریخ — شعر، تواریخ میں بھی ان کی نظر کا دائرہ وسیع تھا۔

اور یہ ایک تو حنفی عالم کی شہادت ہے۔ مشہور شافعی اور شافعی العصبیت عالم جلال الدین السیوطی کے الفاظ بھی ان کے متعلق یہ ہیں کہ

کان اماماً فی الفقہ والاصول والحدیث — فقہ اصول اور حدیث میں وہ امامِ وقت تھے۔

اگرچہ "الحدیث" کی امامت تسلیم کرتے ہوئے بھی "الفقہ والاصول" کے بعد "الحدیث" کے لفظ کو لانا بے معنی نہیں ہے لیکن ایک شافعی عالم کی اتنی شہادت بھی کافی ہے ابن الترکمانی کے براہِ راست تلمیذ علامہ عبدالقادر مصری، جواہرِ مضیہ کے مصنف نے الفاظ کی ترتیب کو بدلتے ہوئے لکھا ہے کہ۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کان اماماً فی التفسیر والحدیث والفقہ | وہ (یعنی ابن الترکمانی) تفسیر وحدیث وفقہ و
والاصول والفرائض والشعر | اصول وفرائض وشعر میں امام تھے۔

اور میرے خیال میں ان کی علمی مناسبتوں کی صحیح ترتیب یہی ہے مگر علامہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی سے تعجب ہے کہ درر کامنہ میں ان کا ذکر کرتے ہیں مگر بڑی مشکل سے صرف دو لفظ یعنی

تَفَقَّہَ وَتَمَہَّرَ | فقہ حاصل کیا اور مہارت پیدا کی۔

کے سوا طبیعت زیادہ سخاوت پر آمادہ نہ ہوسکی۔ گویا حدیث کا ذکر ہی غائب ہے، حالانکہ ابن الترکمانی تقریباً پانچ چھ سو سال کے ایک علمی زنجیر کی طلائی کڑی ہیں۔ حافظ اس سے ناواقف بھی نہیں ہیں۔

بہرحال درخت کے پہچاننے کے لئے ہمیں پھل کا دیکھنا ہی کافی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ڈھائی سو سال کے بعد بیہقی نے جس مورچہ پر قاہرانہ قبضہ کر رکھا تھا علامہ ابن الترکمانی کو خدا نے اس مہم کے سر کرنے کے لئے تیار کیا اور وہ اس کے لئے آمادہ ہوئے۔ نہایت سخت رنج دہ بات ہے کہ جواہر مضیہ کے مصنف حالانکہ ان کے شاگرد ہیں لیکن بندۂ خدا نے اپنی کتاب کے دس بارہ ورق متفرق طور پر اس خاندان کے مختلف افراد کے ذکر کے لئے وقف کئے، لیکن بجز رشتہ بتلانے اور الامام العلامہ وغیرہ تعریفی الفاظ کے کچھ نہیں لکھا کہ غنیم کے ایسے سخت مورچہ کی طرف پیش قدمی کرنے کا ارادہ جب علامہ نے کیا تو اس وقت کیا واقعات پیش آئے۔ بس جس طرح سبھوں نے ان کی تالیفات کی فہرست دیتے ہوئے ان کی اس کتاب کا ذکر کیا ہے انھوں نے بھی چند تعریفی الفاظ کے اضافہ کے سوا اور کوئی خاص بات نہیں لکھی ہے مگر یہاں ایک دلچسپ چیز یہ ہے کہ اس معرکۃ الآرا کتاب کا تذکرہ جواہر مضیہ میں تو بایں الفاظ ہے۔

ووضع علی الکتاب الکبیر للبیہقی | ابن الترکمانی نے بیہقی کی کتاب کبیر کے متعلق ایک
کتاباً نفیساً نحواً من مجلدین (ج ا ص ۲۹۷) | نفیس کتاب تقریباً دو جلدوں میں لکھی ہے۔

سیوطی بھی "لہ تصانیف" کے ذیل میں "والرد علی البیہقی م ص ۱۹۹" لکھکر آگے نکل گئے اور اس سے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



بھی پر لطف طریقہ حافظ ابن حجر کا ہے کہ ان کی چند کتابوں کا نام لیتے ہوئے نہایت خاموشی کے ساتھ

له من التصانیف غریب القرآن ومختصر　　ابن الترکمانی کی تصنیفوں میں غریب القرآن ابن

ابن الصلاح والجوهر النقی (ص ۸۴)　　صلاح کی کتاب کا مختصر اور جوہر نقی ہے۔

حالانکہ ایک مورخ کی ذمہ داری ہونی چاہئے کہ آخر کچھ تو واقعہ کی طرف اشارہ کرے صرف "الجوہر النقی" کے لفظ سے اب اتنا دماغ کس کا ہے جو البیہقی کے ہم قافیہ ہونے سے ادھر منتقل ہو جائے کہ اس کا تعلق حافظ بیہقی کی کتاب سے ہے۔ خیر ان لوگوں سے تو مجھے شکایت نہیں البتہ صاحب الجواہر المضیئہ سے امید تھی کہ وہ کچھ روشنی ڈالیں گے مگر دو جلدوں میں ہے بہت اچھی ہے" اس کے لئے ان کی اطلاع کی کیا ضرورت تھی اتنا تو ہر اس شخص کو معلوم ہو سکتا ہے جس کی نظر سے کتاب گذر گئی۔ اس بندۂ خدا نے اپنے استاد کا کچھ حال بھی نہیں لکھا۔ صرف اتنی بات کہ میں نے ہدایہ کی حدیثوں کے متعلق جو کتاب لکھی تھی اس کا نام الکفایہ رکھ کر ان کے پاس لے گیا، چونکہ ان کی ایک کتاب کا نام بھی الکفایہ تھا اس لئے مذاق میں فرمایا کہ تم نے یہ نام تو مجھ سے چرا لیا" بس استاد کی اس ظرافت کے سوا اور کوئی قابل ذکر بات ان کی کتاب میں نہیں پائی جاتی، البتہ[۱] حافظ ابن حجر نے گو "الجوہر النقی" کو گول مول کر دیا لیکن انھوں نے اتنا حال اور لکھا ہے کہ وہ شوال ۷۴۸ھ میں قاضی بنائے گئے اور اسی کے ساتھ اس واقعہ کے ذکر کرنے کی حافظ نے نہ معلوم کیا ضرورت محسوس کی کہ

ونزل بخلعته الی منزل القاضی زین العابدین　　اور اپنے خلعت کے ساتھ وہ قاضی زین العابدین بسطامی کے گھر میں

البسطامی الذی کان قبله فلما راه بهت (درر ص ۸۴)　　اترے جو ان سے پہلے قاضی تھے ابن الترکمانی ان کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

اس کے ساتھ ان کی تصانیف کا ذکر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ

واشیاء کثیرة لم تکمل　　اور بہت سی چیزیں ان کی ہیں جو مکمل نہ ہو سکیں۔

گویا ان کا بہت سا کام ادھورا رہ گیا آگے فرماتے ہیں کہ

وله شعر وسط　　اوسط درجہ کے اشعار بھی ان کے پائے جاتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

[۱] حافظ عبدالقادر [illegible] الجواہر المضیئہ [illegible] الجوہر النقی کو مرتب کیا اور اس کے مصنف پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ ۱۲۔ برہان



© rasailojaraid.com